پروفیسر سید امیر حسن عابدی
دہلی یونیورسٹی دہلی

بیسویں صدی کا ایران

جب ہم بیسویں صدی میں پیدا ہوئے تو مشرق میں فیوڈل نظام تھا۔ چند زمیندار ہزاروں مزدوروں سے مفت بیگاری کا کام لیتے تھے۔ ہمارے کچے گھروں میں نیچی ذات کی عورتیں گھر کا کام اور باہر نیچی ذات کے مرد مفت کام کرتے تھے۔ تقریباً یہی حالت ایران کی رہی ہوگی۔ یہاں ۱۹۵۷ کے زمینداری کے خاتمہ پر عوام کو کچھ راحت ملی، مگر ایران مین رضاخان کی مطلق العنانی نے ہر طرح سے (CONSTITUTIONAL MOVEMENT) کو کچل کر رکھ دیا۔ بے شمار علماء کو مذہبی لباس چھوڑنے پر مجبور کیا گیا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد جب یہ سلسلہ کسی حد تک ختم ہوا، تو ان کی مشکلات کی طرح بعض علما پرانے لباس میں پلٹ آئے، مگر بیشتر اسی انگریزی لباس میں رہنے کے عادی ہو گئے۔

میں جب ۱۹۵۵ میں ایران گیا تو اس وقت بادشاہ دوبارہ واپس آئے تھے۔ اور ڈاکٹر مصدق کو نظر بند کر دیا گیا تھا۔ میں نے ان کے لانے والے سمنانی کرنل نصیریان کو دیکھا ہے۔ نیز اس پہلوان کو دیکھا ہے، جس نے ڈاکٹر مصدق کے وزیر خارجہ ڈاکٹر فاطمی کو شہید کیا تھا۔ اتفاق سے باشگاہ دانشگاہ تہران کی کھڑکی سے ہم لوگ اس استقبال کو دیکھتے تھے، جب بادشاہ باہر کے سفر سے واپس آتے تھے۔ سڑکوں پر قالین بچھائے جاتے تھے اور دو پہلوان آگے آگے رہتے تھے۔

یہ میری خوش قسمتی ہے کہ میرے دوران قیام میں مرحوم ڈاکٹر تاراچند جیسے شفیق استاد وہاں سفیر تھے۔ کتنے سفیر آئے اور گئے اور آج انہیں کوئی جانتا بھی نہیں۔ مگر ڈاکٹر تارا چند جیسی شخصیت کو آج تک علما اور یونیورسٹی کے حضرات یاد کرتے ہیں۔ انھیں کی سرپرستی میں وہاں داراشکوہ کے اپنیشد کا فارسی ترجمہ سر اکبر کے نام سے بڑی آب و تاب سے شائع ہوا۔ داراشکوہ کی دوسری

تالیفات، وید اور گورو گرنتھ صاحب بھی فارسی ترجمہ کی شکل میں شائع ہوئے۔

ڈاکٹر صاحب کی واپسی پر حکومت ہند نے انھیں راجیہ سبھا کا ممبر بنایا (HISTORY OF INDIAN FREEDOM MOVEMENT) کی تالیف کا کام ان کے سپرد کیا گیا۔ ان کے یہیں کے قیام میں میں نے پنچا کھیانہ، کتھا سرت ساگر، جوگ بشت اور پربودھ چندرا ودے کے فارسی تراجم شائع کئے۔ دانشگاہ تہران نے ڈاکٹر صاحب کو دعوت دے کر بلایا اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری عنایت کی۔

بہر حال میری واپسی کے بعد جب ڈاکٹر مقبول احمد گئے، تو اسی باشگاہ میں تھے۔ بادشاہ کہیں سے واپس آئے تو یونیورسٹی سے کسی نے ان پر حملہ کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں سپاہی درندوں کی طرح باشگاہ میں داخل ہو کر باہری مہمانوں کو بیدردی سے مارنے لگے۔ ڈاکٹر مقبول صاحب نے کہا کہ میں ایرانی نہیں ہوں۔ اس پر ان درندوں نے کہا کہ " اینکہ از لہجہ تو پیداست۔"

بہر حال رفتہ رفتہ حکومت اور عوام کے درمیان خلیج اتنی بڑھی کہ ہزاروں نوجوان موت کے گھاٹ اتار دئے گئے۔ ساواک کے لوگ گھر گھر کی خبر رکھتے تھے۔ اخبارات کو کسی قسم کی آزادی نہیں تھی لکھنے والوں اور شعرا کو خریدا جارہا تھا ایک ایک آدمی دن بھر میں کئی جگہ کام کرتا تھا، نیز اوپری طبقہ کو کم از کم تین جگہ سے تنخواہیں ملتی تھیں۔ میرے ایک استاد تہران یونیورسٹی میں پروفیسر، بانک ملی کے مترجم اور شیراز کالج کے پرنسپل تھے، جبکہ وہ سال بھر زیادہ تر باہر رہتے تھے ان کی اہلیہ بھی پروفیسر تھیں۔

ایران ایک مذہبی ملک ہے، نیز اس نے ہمیشہ اپنی زبان اور تہذیب کو محفوظ رکھا ہے۔ اس کے علاوہ ایرانی تقلید کے قائل رہے ہیں۔ میرے بچپن میں آقای ابوالحسن اصفہانی اعلم تھے۔ پھر آقای شیخ حسین نائینی ہوئے۔ اس وقت تک مرکز علم وفقہ نجف اشرف تھا، مگر وہاں بھی زیادہ تر ایرانی علماء غالب تھے۔ جناب آقای طباطبائی سے مرکز اجتہاد قم ہو گیا جو اب تک چلا آرہا ہے۔

جناب امام خمینی صرف سیاسی لیڈر ہی نہیں، بلکہ مرجع تقلید بھی تھے۔

امام خمینی کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ خلفائے راشدین کے بعد جب ملوکیت نے خلافت پر قبضہ کر لیا اور اس کا سلسلہ اب تک جاری رہا، تو آپ نے اسے ختم کر کے جمہوریت کو درجہ دیا اور

ایران میں مستضعفین کادور دورہ ہوگیا۔

مہاتما گاندھی کو بیرونی اور یورپی تسلط سے سب کو آزاد کرانا تھا، جبکہ امام کو خود اپنے ظالموں سے ملک کو رہائی دلانی تھی۔ سعدی نے بہت پہلے کہا تھا۔

ہمہ از دست غیر نالہ کنند　　　سعدی از دست خویشتن فریاد

گاندھی جی اور امام خمینی میں بڑی شباہت ہے۔

امام خمینی کو ایران کے مردوں، عورتوں، بوڑھوں، نوجوانوں اور بچوں نے اس قدر خطوط لکھے کہ تقریباً دس لاکھ خط تہران کے دفتر اسناد میں جمع ہوگئے ہیں۔ "جلوہ ہای کلام"[۱] کے آغاز میں یہ عبارت ہے:

"مردی کہ سادگی کلامش، ازاُبہت پیامش نمی کاست، واز مردم جز ایمان و آزادگی نمی خواست."

مردی کہ ہیبت کاخہاں سر بہ فلک کشیدۂ ستم را کوچک نمود وکودکان پابرہنۂ این ملک را در اندیشۂ سرداری زمین بزرگ کرد.

مردی کہ ملتی یتیم را، سالہا، در سایہ بسیار مہربانی دوستانش پناہ داد واز گزند دوستان نادان ودشمنان دانا در امان داشت[۲]۔"

نامہ ہای بزرگ سالان میں محمد رضا خالق پناہ اپنے خط میں لکھتے ہیں:

در برایرانیان آرام جانی، ای خمینی
ہرچہ در وصفت بگویم، بہ ز آنی، ای خمینی[۳]

محمد علی عزیزی لکھتے ہیں:

آن کس کہ تو را شناخت جان را چہ کند
فرزند وعیال وخانماں را چہ کند
دیوانہ کسی ہر دو جہانش بخشی
دیوانۂ تو ہر دو جہاں را چہ کند[۴]

زھرہ رمضان کہتی ہیں:

در گلستان رسالت، ای گل زیبا خمینی
از شکوهت در تمیز، مردم دنیا خمینی

محمد مراد حمزہ ای اپنے خط میں لکھتے ہیں:

"وصفت را از چند چیز پرسیدم
از کوہ گفت از من استوار تر
از دریا، گفت: از من خروشاں تر
از خورشید، گفت: از من تاباں تر" ۵

نامہ ہای جوانان میں شیریں روحی لکھتی ہیں:

"از آینہ پرسیدم امام کیست؟ گفت از من قلبش صاف تر۔
از دنیا پرسیدم امام کیست؟ گفت از همه بر من بی اعتناتر۔
از طفل پرسیدم امام کیست؟ گفت از مادر مہربان تر۔
از ملت پرسیدم؟ گفتند: روح ماست
واز چشمانمان عزیز تر
از خود امام پرسیدم، گفت: طلبه و خدمتگواری بیش نیستم۔"

معصومہ بہروز لکھتی ہیں:

"کدامین گل ز باغ زندگانی
توانم هدیه آوردن برایت
کدامین در ز دریای محبت
توانم ریخت این دم زیر پایت
کدامین نور غیر از نور خورشید
چراغ روشن آرم در سرایت

کدامیں شکر ای رہبر یگانہ
بود شکرانہ مہر و وفایت
ز اشک شوق خواہم آں زلالی
کہ گوید قصہ لطف و صفایت
تو در روی رفیق پرودگاری
بہ کام دل نگہدارت خدایت" ٦

موسی شیخ کہتے ہیں:

جز نغمہ عشق تو شنیدن نتوانم
جز روی دل افروز تو دیدن نتوانم
کالای چنین را نخریدن نتوانم" ۷

نالہ ہای نوجوانان میں، شاپور فرجامی لکھتے ہیں:

مادر زمان طاغوت دجال عکس شاہ مخلوع دیوانہ را در اول جلد کتاب، پارہ می کردیم و معلمین بہمن علت مارا می زدند با چوب انار، دستہای ما تمام پارہ می شد و خون از دست ما، می آمد و ما می رفتیم شکایت می کردیم۔ ولی شکایت ما را ہم رسیدگی نمی کردند۔" ۸

الف۔ میر کی نیا لکھتے ہیں:

"لبخند تو خلاصہ خوبیہاست
لختی بخند، خندہ گل زیباست
پیشانیت تنفس یک صبح است
صبحی کہ انتہایش پیداست
رنگین کمال عشق اھورایی
از پشت شیشہ تو پیداست" ۹

مجھے آج تک افسوس ہے کہ میں گاندھی جی کے قریب رہتے ہوئے بھی نہ دیکھ سکا۔ البتہ

ان کے جنازے میں شریک ہوا۔اس سانحہ پر ہندوستان کے تمام شعرا اور لکھنے والوں نے سوگ میں اشعار کہے۔ میرے عزیز مرحوم شمیم کرہانی کا یہ شعر

اہنسا تشدد سے ٹکرا گئی ہے　　　　جگاؤ نہ باپو کو نیند آ گئی ہے

اس قدر پسند کیا گیا کہ حکومت نے انکا وظیفہ مقرر کر دیا۔

امام کو بھی میں نے قریب سے نہیں دیکھا۔ البتہ نوروز کے موقع پر ٹیلیویژن پر ان کی زیارت کی ہے ان کی وفات حسرت آیات پر بے شمار شعرانے مرثیے لکھے۔ جس کے نتیجہ میں ایک "سوگنامہ" شائع ہوا ہے جس میں اشعار شعرای معاصر اور سوگ عارف کامل حضرت امام خمینی دیے گئے ہیں۔

حمید اپی کہتے ہیں:

خوب شد، گرچہ از جہاں رفتی
در کولہ بارت بروی شانۂ ماست
بحر اندیشہ ات نمی خشکد
فکر تو، رمز جاودانی ماست" ۱۰

ایک اور شاعر تضمین کرتا ہے:

"از دم راندمی آلودہ مددگار شدہ است"
آنکہ ما را ہمہ در سوز میان سوختہ است ۱۱

پرویز بیگی حبیب آبادی کہتے ہیں:

"شعر من بر شانہ ام سر می نہد
در شعر بہار گریہ را سر می دھد" ۱۲

محمد حسین حجتی (پریشان) کہتے ہیں:

"رفتی و داغ تو بہ دل داغدار ماند
زخم فراق بہر جگر روزگار ماند"

اور ایک شاعر کہتا ہے:

بگو بگرید، چو ابرو تو خال، دو چشمہ خونین،

بسان جیحون

بگو بلرزد، دل پریشان، در این مصیبت،

چو بید مجنون [۱۳]

کاووس حسنی کہتے ہیں:

اماما، ببین روشنائی فلک

غبار ترا توتیائی برند

سید عبداللہ حسینی اپنے مرثیہ میں کہتے ہیں:

"شیخ اکبر را رابگو کز آسمان

گشت نازل باز نص دیگری

تا بیفزاید بہ نامش آن بزرگ

در "خصوص" خویش "نص" دیگری"

ایک اور شاعر "مرثیہ انقلاب" میں کہتا ہے:

"ای یاس پاس آمد وامید درگذشت

رخت سیہ بپوش کہ خورشید درگذشت [۱۴]

افشین سر فراز "سفر زخم" کے عنوان سے لکھتے ہیں:

بدہ باز جامی کہ داغی اعجاز رسید

عقابی سوی کہکشان بر کشید

کہ خورشید بر شانہ شہر سوخت

زمان زین سفر جامہ سوگ دوخت شکرانہ شیروانی (خنداں) "ھدیہ نور" کے عنوان سے تضمین کرتے ہیں:

یک چراغاں داغ دل در سینہ پنہاں کردہ ام
"شوہر صد صحرا جنون گرد نمکدان کردہ ام" ۱۵
محمد جواد غفورزاد اشک شفق" کے عنوان سے کہتے ہیں:
رفت آن کہ بود، میکدہ مست و خراب ازاو
سرمستی پیالہ وسوز شراب ازاو
چشمہ عنایت ازھمہ سودوختی بما
راہ "چگونہ زیستن" آموختی بما ۱۶
ایک اور شاعر "روح بہار" کے عنوان سے کہتا ہے:
ساقی مگر بہ دساغر خود پیر ماچہ داشت ۱۷
کاین خلق ست راہمہ ھشیار کرد و رفت
ناصر میر شکاک "شقایق غریب" کے عنوان سے کہتے ہیں:
تو پیوند بہار دباغ بودی
تو ابہام دل افلاک بودی
دل آیینہ شدم از دیدہ ات داشت ۱۸
زلال چشماہای پاک بودی"
ایک اور شاعر "یک گل وصد بہار" کے عنوان سے مرثیہ کہتا ہے.
درنگاہش جلوہ گل بود وباغوغای عشق
درچمن ھر گوشہ ای راصد ھزار آزردہ بود
درصف دل شکستگان قاصد صد بہانہ ام ۱۹
ای دل وجاں خستہ ام، قاصد بی بہانہ است
ایک اور شاعر "فراق تو" کے عنوان سے کہتا ہے:
بعض بہ سینہ می رود پہنہ بہ پہنہ لب بہ لب

اشک ز دیدہ می رود چشمہ بہ چشمہ یم بہ ایم
بر سر زلف عقد با، حوصلہ شانہ می کشم
حلقہ بہ حلقہ مو بہ مو، طرہ بہ طرہ خم بہ خم ۲۰

فارسی کے علاوہ دوسری زبانوں میں بھی آپ کے مرثیے کہے گئے ہیں۔ "ارثا" کے نام سے عربی مرثیوں کا ایک مجموعہ شائع ہوا ہے۔ یہاں صرف بعض مرثیوں کے عنوان دیے جا رہے ہیں:

یا روح الکلام، نواح العشق، حجرة البکا، وردة الامام ، سلامة العطش ، الطیران، لحن الروح، السماء تبکی، بشیر البراعم، مرثیه الهجران ، الانفاس الثمیة، شمس المعرفة ، غزل الفراق، فی مراة العشق، آه ، تابوت العهد، کان رسمك مناجاة ، الغروب، فی ماتم الشمس، آلام ابورود، الغروب، رحیل الشمس ، من کثرة الرمع، دم العشق۔

"ابن الثای" میں محمد حسین نجفی (شفق) کہتے ہیں:

یا الهی حیثما اخذت شمس احفظ لنا سمرتنا الوضاء ۲۱

"وصیت نامہ" امام بھی بہت اہم ہے جو زندگانی کے ہر شعبہ کے لئے رہبری کا کام کرتا ہے۔ آپ نے بلا تفریق مذہب و ملت دنیا کے تمام مستضعفین اور کمزور لوگوں کی ہمت افزائی کی ہے۔ نیز وصیت کی ہے اولیای حکومت ان کا پورا خیال رکھیں۔ اس میں آپ فرماتے ہیں "ملت ما، بلکہ ملتہای اسلامی و مستضعفین جہان، مفتخر اندبہ اینکہ دشمنان آنان، کہ ... در زندگانی ہستند کہ از ہیچ جنایت وخیانتی .. دست نمی کشند۔" ۲۲

"از نقشہ ہای شیطانی قدر تہای بزرگ استعمار واستثمار گر، کہ سالہای طولانی در دست اجراست ودر کشور ایران از دست رضاخان اوج گرفت در زمان محمد رضا با روشہای مختلف دنبالہ گیری شد. بہ انزوا کشاندن روحانیت است، کہ در زمان رضاخان با فشار روس گوئی وخلع لباس و حبس وتبعید وہتک حرمات واعدام وامثال آن، ودر محمد رضا با نقشہ وروشہای دیگر، کہ یکی از آنہا ایجاد عداوت بین دانشگاہیان وروحانیان بود۔" ۲۳

"از شور ایعالی قضائی می خواهم او قضاوت را، که در رژیم سابق به وضع اسفناک و غم انگیزی در آمده بود، باجدیت سر و سامان دهند بادوست کسانی را که باجان ومال مردم بازی می کنند... ازیں کرسی پراہمیت کوتاہ کنند۔" ۲۴

"احتیاج ماپس ازاین عقب ماندگی مصنوعی به صنعتهای بزرگ کشور ہای خارجی حقیقتی است انکارناپذیر۔" ۲۵

'به ثروتمندان پولداران مشروع وصیت می کنم که ثروتهای عادلانہ'خود را بکار اندازید وبه فعالیت سازندہ در مزارع وروستاھاو کارخانه ھابر خیزید، که این خود عبارتی ارزشمند است.

وبه ھمه در کوشش برای راہ طبقات محروم وصیت می کنم، که خیر دنیاو آخرت شاھارسیدگی به حالی محرومان جامعه است، که در طول تاریخ ستمشاھی وخان خانی دررنج وزحمت بودہ اند." ۲۶

"ھیچیک از دولی حاکم براین کشورھادر فکر آزادی واستقلال ورفاہ ملتھای خود نبودہ ونیستند وھرچه کردہ اند برای منافع شخص یاگرو ھی نمودہ، یابرای رفاہ قشر مرفه وبالا نشین بودہ۔ وطبقات مظلوم کوخ وکپر نشین از ھمه مواھب زندگی، حتی مثل آب و نان وقوت لایموت، محروم بودہ، وآن بدبختان را براہ منافع قشر مرفه وعیاش بکار گرفته اند.

وشما،ای مستضعفان جہان،... به پاخیزید وحق را باچنگ ودندان بگیرید"

وصیت نامہ کے آخر میں امام فرماتے ہیں کہ "این وصیتنامه راپس ازمرگ من احمد خمینی برای مردم بخواند. ودر صورت عذر رئیس محترم جمہور، یا رئیس محترم شورٰی اسلامی، یا رئیس محترم دیوانعالی کشور، این زحمت را به پزیرند. ودر صورت عذر، یکی از فقہای محترم نگہبان این زحمت را قبول نماید۔" ۲۷

☆☆☆☆

حوالے:

ا۔ گزیدہ نامہ ہای اقشار مختلف مردم بہ حضرت امام خمینیؒ، جلد اول، موسسہ تنظیم ونشر آثار امام خمینیؒ ۱۳۷۸ ھ ش

۲۔ ص ۱۴

۳۔ ص ۲۰

۴۔ ص ۳۶

۵۔ ص ۹۸

۶۔ ص ۱۱۸

۷۔ ص ۱۲۶

۸۔ ص ۱۵۶

۹۔ ص ۲۰۵

۱۰۔ ص ۲۵۷

۱۱۔ سوگنامہ، اسفارت عزال معاصر در سوگ کامل حضرت امام خمینیؒ موسسہ تنظیم نشر و آثار امام خمینی، ۱۳۷۳

۱۳۔ ص ۳۰

۱۴۔ اشعار بہ مصرعی از امام

۱۵۔ ص ۳۵

۱۶۔ ص ۵۳

۱۷۔ ص ۶۵

۱۸۔ ص ۶۶

۱۹۔ ص ۷۵

۲۰۔ ص ۸۰

۲۱۔ ص ۱۳۷

۲۲۔ ص ۱۴۹

۲۳۔ ۱۶۹، ۱۷۳۔

۲۴۔ ۲۴۱

۲۵۔ ص ۲۶۶

۲۶۔ ص ۳۰۳، ۳۰۴

۲۷۔ ص ۳۰۵

۲۸۔ امر شاہ، مقتطفات شعریۃ للمعاصر الایرانیین مؤسسۃ تنظیم و نشر آثار امام خمینی، ۱۹۹۴

۲۹۔ ص ۲۱

۳۰۔ نگرش موضوعی بر وصیت نامہ سیاسی الٰہی امام خمینیؒ

۳۱۔ ص ۱۵

۳۲۔ ص ۲۷

۳۳۔ ص ۴۴

۳۴۔ ص ۵۳

۳۵۔ ص ۵۶

۳۶۔ ص ۵۸

☆☆☆☆☆